MAULANA ABDUR RASHEED NAU'MANI AND THE ORIGINALITY OF HIS RESEARCH CONTRIBUTIONS IN ILM AL-HADITH (HADITH SCIENCES).

مولانا عبدالرشید نعمانیؒ اور ان کی بعض آراء کا جائزہ

Ikramullah Khan Yusuf، PhD Research Scholar, Federal urdu university Karachi Email, Ikramullahyousuf@gmail.com Orcid ID https://orcid.org/0000-0002-2828-8144

ABSTRACT:

A great number of Ulema (Islamic scholars) of the sub-continent have done very valuable research work, recognized throughout the Muslim world, in the area of explanation/ commentary of the narrations of the Holy Prophet (P.B.U.H). However, very few among them paid due attention over a specific aspect of Ilm al-Hadith called: 'dirayat al-Hadith' i.e. the branch of Hadith sciences deals with the chains of the narrators of Hadith and the study of narrations analytically and critically. Maulana Abdur Rasheed Nau'mani is from the later section of the Ulama. The well-known contemporary Hadith scholars like Sheikh Abdul Fattah Abu Ghuddah (a renowned Hadith scholar and author of a number of books, from Halab, Syria) highly praised Maulana Nau'mani's research works. Maulana Nau'mani had not only specialized in Islamic sciences as a mere follower of his predecessors, but had a strong skills in criticizing their research works. A number of his opinions were not in line with the opinions of majority of the scholars and this difference of opinions against general accepted views proved him a distinguished and eminent scholar of his times having vast knowledge of Islamic sciences and strong ability to asses the views of great scholars. The views presented by him were not without basis rather each and every of his differed view has strong evidences. Some of his such opinions are given below so that our reader understand well(1) a general view among the scholars is that Imam Abu Hanifa (may Allah bless his soul) did not author any book in the field of Hadith and that Kitab al-Aasar is not his compilation. Maulana Nau'mani denied and very well established that it is of Imam Abu Hanifah's compilation.(2) Regarding Hadith Mu'an'an, Imam Muslim said that it would not be accepted until it is proven that the narrator had met with whom he is narrating the Hadith from. Maulana Naumani is of the view that the possibility of their meetup, as there are from same age of time, is rather sufficient for the acceptance of Hadith Mu'an'an.(3) It is a well established rule among the majority of scholars that if an Imam with acknowledged "imamat" world wide and who is being followed by millions of people around the globe, if anyone criticizes such an Imam he himself loses his credibility and never be trusted in his all views about Shariah sciences. However, if someone only narrates other's criticism about an Imam, according to Maulana Nau'mani the narrator will also fall short of credibility. In this opinions Maulana Nau'mani differs with the majority of Ulema. That is why, Ibn al- Jawzi, Khateed al-Baghdadi and Ibn Abi Shaiba, the narrators of criticisms about Imams, are not to be trusted according to Maulana Nau'mani. In this paper we will discuss in detail about such of Maulana Nau'mani's individual opinions in which he chose a different path from the rest of Ulema.

KEYWORDS: *Abdur Rasheed Nau'mani, Hadith 'dirayat al-Hadith'*

چودھویں صدی ہجری میں جن علماء نے علوم حدیث کے لیے گراں قدر تجدیدی خدمات انجام دیں ان میں مولانا عبد الرشید نعمانی رحمہ اللہ کا نام نمایاں طور پر سامنے آتا ہے۔ آپ نے علوم حدیث کے دونوں بنیادی شعبوں "علم الحدیث روایۃً" اور "علم الحدیث درایۃً" کے ساتھ ساتھ تاریخ، رد بدعات، تحقیق النصوص اور فقہ میں تحریری اور تقریری طور پر کئی یادگاریں چھوڑیں۔ آپ کی ان ہی خدمات جلیلہ کی بدولت عرب و عجم کے مشاہیر علمائے کرام نے آپ کو خراج تحسین پیش کیا اور آپ کی کاوشوں کو سراہا۔ ذیل میں چند آپ سے متعلق مشاہیر کرام کے تاثرات اور تحریرات نقل کی جاتی ہیں : محدث احمد رضا بجنوری رحمہ اللہ آپ کے متعلق لکھتے ہیں: "العلامۃ المحدث الادیب الفاضل مولانا عبد الرشید نعمانی دام ظلہم، مشہور مصنف، ، محقق، محدث ، جامع معقول و منقول ہیں۔ آپ نے نہایت مفید علمی تصانیف فرمائی ہیں۔ جن میں سے چند یہ ہیں" : لغات القرآن"، "ابن ماجہ اور علم حدیث"، "ما تمس الیہ الحاجہ مقدمہ ابن ماجہ"، "التعقیبات علي الدراسات التعليقات علي ذب ذبابات الدراسات"، "التعليق القويم علي مقدم کتاب التعليم"، "مقدمہ مؤطاامام محمدؒ"، "مقدمہ مسند امام اعظمؒ"، "مقدمہ کتاب الآثار"۔ آپ کی تمام کتابیں گہری ریسرچ کا نتیجہ اور اعلیٰ تحقیق کی حامل ہیں۔ مقدمہ و تعلیقات میں آپ کے تحقیقی افکار علامہ کوثری رحمہ اللہ کے طرز سے ملتے جلتے ہیں، اسی لیے آپ کی صراحت پسندی اور بیباک تنقید کچھ طبائع پر شاق ہوگئی لیکن اہل بصیرت اور انصاف پسند حضرات آپ کی تلخ نوائی و جرأت حق گوئی کی مدح ستائش کرتے ہیں"۔(1) مولانا مناظر احسن گیلانیؒ فرماتے ہیں' : مولوی عبد الرشید صاحب (مولوی فاضل و منشی فاضل پنجاب یونیورسٹی) سے میں ذاتی طور پر واقف ہوں، انہوں نے علاوہ سرکاری امتحانوں کے ہندوستان کے مشہور فاضل مولانا حیدر حسن خان صاحب (دار العلوم ندوۃ العلماء) سے بھی علوم اسلامیہ خصوصاً حدیث کے فن کی تکمیل کی ہے اور پھر انہوں نے اس کے بعد حضرت مولانا محمود حسن صاحب قبلہ مؤلف "معجم المصنفین" (جس کی تدوین حکومت آصفیہ کی سرپرستی میں بہ صرف زر کثیر ہو رہی ہے اور جس کی چند جلدیں بیروت شام سے شائع ہو کر تمام مشرقی و مغربی ممالک کے علماء سے خراج تحسین حاصل کر چکی ہیں) مولوی عبد الرشید صاحب نے ان کے ساتھ بھی کام کیا ہے۔ اس زمانہ میں ان کو کافی مطالعہ اور نظر کی وسعت کا موقع ملا ہے، میرے نزدیک یہ اپنی موجودہ قابلیت اور متوقع کمال کی بنیاد پر اس کے مستحق ہیں کے ہر قسم کے ذمہ دارانہ کام جن کا تعلق اسلامی علوم کی تدوین و تصنیف یا از یں قبیل افتاء و قضاء کو حسن و خوبی کے ساتھ انجام دے سکتے ہیں۔ کیونکہ ان خدمات کے لیے جس علمی سرمایہ کی ضرورت ہے اس کا کافی حصہ انہوں نے جمع کر لیا ہے۔ فقط"۔(2)

"علوم الحدیث میں آپ کی تصنیفات مندرجہ ذیل ہیں:

1. الامام ابن ماجہ وکتابہ السنن
2. التعقیبات علی الدراسات
3. التعلیقات علیٰ ذب ذبابات الدراسات عن المذاہب الاربعۃ المتناسبات
4. مکانۃ الامام اعظم ابی حنیفۃ فی الحدیث
5. التعلیق القویم علی مقدمۃ کتاب التعلیم
6. ختم الاعزّ الأکرم لتخریج الحزب الاعظم
7. مقدمۃ کتاب الآثار
8. مقدمہ مسند الامام اعظم
9. تبصرۃ علی المدخل للحاکم النیسابوری
10. إمام ابن ماجہ اور علم الحدیث۔

مولانا نعمانیؒ کا طرز تالیف ان تمام تحریرات میں محض جمع وترتیب اور اگلوں کی آراء نقل کرنے پر منحصر نہیں؛ بلکہ اس دوران مولانا نے تخریج وتحقیق کے ساتھ ساتھ اپنی اجتہادی مستقل آراء اور اضافات وانتقادات پر مشتمل خاصا مواد فراہم کیا ہے، اور دیگر بڑے اہل علم کی آراء نقل کرکے اس پر بحث ونقد بھی کی ہے؛ چنانچہ اس قسم کے مباحث میں کئی مقامات پر مولانا نے دلائل بھی دیئے ہیں، لیکن ان کو حتمی قرار نہیں دیا جاسکتا۔ ذیل کا مقالہ اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے، جس میں علوم الحدیث سے متعلق مولانا کی بعض آراء کا تنقیدی مطالعہ شامل ہے۔

صاحب کتاب الآثار اور مولانا نعمانیؒ کی رائے: "إمام ابن ماجہ اور علم الحدیث" میں "ایک غلطی فہمی کا ازالہ" کے عنوان کے تحت مؤلف نے جمہور علماء کے اس قول کی تردید کی ہے کہ "لم یجمع ابوحنیفۃ کتابا فی الحدیث" اور یہ تاثر دیا ہے کہ درحقیقت امام صاحبؒ نے مستقل کتاب تالیف کی تھی لیکن چونکہ اس کی روایت ان کی شاگردوں کے نام سے ہوئی، اس لیے امام صاحبؒ کے نام سے "کتاب الاثار" معروف نہ ہوسکی، پھر اس ذیل میں مولانا نے کتاب الآثار کے مختلف نسخوں کا حوالہ دیا ہے۔ چنانچہ مولانا نعمانیؒ لکھتے ہیں" :ہندوستان میں علم حدیث کا چرچا دوسرے ممالک کی بنسبت کم رہا ہے، اس لیے یہاں کے بعض مصنفین مثلاً صاحب نور الانوار ملاجیونؒ (المتوفی ۱۱۳۰ھ)، صاحب المصفّٰی شرح الموطا شاہ ولی اللہؒ، صاحب بستان المحدثین شاہ عبدالعزیزؒ، صاحب سیرت النعمان مولانا شبلی نعمانیؒ اور مولانا سید سلیمان ندویؒ کے بقول ائمہ اربعہ میں سے امام ابوحنیفہؒ کی اپنی کوئی مستقل تصنیف ظاہر نہیں ہوئی"۔ اس پر رد کرتے ہوئے مولانا نعمانی لکھتے ہیں "حالانکہ واقع میں ایسا نہیں بلکہ "کتاب الآثار" امام ابوحنیفہؒ کی تصنیف ہے لیکن چونکہ امام محمدؒ نے (جوکہ دونوں کتابوں کے راوی ہیں) ان

میں کچھ اضافات کیے، اس بنیاد پر بجائے اصل مصنف کے خود ان کی طرف کتاب کا انتساب ہونے لگا، اس کی اصل وجہ ان دونوں کتابوں کے بقیہ نسخوں پر عدم اطلاع ہے"۔ اس کے بعد مولانا نعمانیؒ نے "کتاب الآثار" کے بقیہ نسخوں کا ذکر کرتے ہوئے امام زفر بن ہذیلؒ، امام ابویوسفؒ، امام محمد ابن الحسن الشیبانیؒ، اور امام حسن بن زیادؒ، کے نسخوں کا ذکر کیا ہے۔ (3) لیکن بوجوہ مولانا نعمانیؒ کا مذکورہ دعویٰ محل نظر ہے: ا۔ ان تمام نسخوں میں امام صاحبؒ کی روایات بے شک موجود ہیں لیکن اس سے ہر گز یہ ثابت نہیں ہوتا کہ امام صاحبؒ نے بقلم خود کتاب تصنیف کی تھی، ہاں موطا سے متعلق یہ بات کہی جاسکتی ہے۔ (جیسا کہ مؤلف نے "امام ابن ماجہ اور علم الحدیث"، ص: ۲۹۴ پر اس حقیقت کو بیان کیا ہے) لیکن "کتاب الاثار" سے متعلق یہ تاثر ہر گز مقبول نہیں ہوسکتا کہ شاگردوں نے اس کو نقل کیا ہے، اور حقیقتاً لکھنے والے امام موصوف تھے۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ امام صاحب نے اس کی املاء کرائی ہوں، لیکن کیا املاء کرانے کی بنیاد پر وہ کتاب مُمْلِی کی طرف منسوب ہوسکتی ہے؟ تو حقیقت یہ ہے اس کو منسوب تب کیا جاسکتا ہے جب وہ مکمل طور پر مُمْلِی کے اقوال کی عکاس ہو، لیکن کتاب الآثار میں ایسا نہیں بلکہ وہاں مستقل روایات کے علاوہ دیگر تعلیقات عنوانات اور فوائد نظر آتے ہیں جو یقیناً امام صاحبؒ کے نہیں، اس لیے تو "کتاب الجرح والتعدیل" ابن ابی حاتم الرازی کی طرف منسوب کی جاسکتی ہے حالانکہ املاء کرانے والے ابوزرعہ الرازی اور ابوحاتم الرازی تھے، لیکن انہوں نے اس کو مکمل ترتیب دی اس میں حک واضافہ کیا، یہی حال "لسان المیزان" کا ہے اصل کتاب "میزان الاعتدال" حافظ ذہبی کی تھی لیکن جب حافظ ابن حجر نے اس پر معمولی اضافہ کیا تب اس کی نسبت حافظ ابن حجر کی طرف ہونے لگی بلکہ حافظ سخاویؒ نے امام سیوطیؒ کی تمام کتابوں سے متعلق یہ دعوی کیا ہے کہ وہ کتاب کو تھوڑی بہت تبدیلی کے بعد اپنے نام سے موسوم کرتے ہیں حالانکہ کاوش کسی اور کی ہوتی ہے، چنانچہ حافظ سخاویؒ لکھتے ہیں: أخذ من كتب المحمودية وغيرها كثيرا من التصانيف المتقدمة التي لا عهد لكثير من العصريين بها في فنون فغير فيها يسيرا وقدم وأخر ونسبها لنفسه (4)۔ ہاں "علل دار قطنی" بھی اگرچہ املاء ہی کرائی گئی تھی لیکن وہ امام دار قطنیؒ کے اقوال کا بعینہ مجموعہ ہے اس میں حکّ واضافہ کسی اور کا نہیں، اس لئے اس کی نسبت ان کی طرف درست ہے۔ باقی "کتاب الآثار" کے تمام نسخوں میں روایت الحدیث کے علاوہ درایت الحدیث، فقہ الحدیث، اور مختلف الحدیث کے کئی اضافے ملتے ہیں جو امام ابو حنیفہؒ نے املاء نہیں کرائے تو پھر کیوں کر یہ دعوی کیا جاسکتا ہے کہ امام موصوف نے حدیث پر خود کتاب لکھی تھی؟ اگر مذکورہ کتاب کو امام صاحبؒ کی تصنیف قرار دیا جائے، تب درج ذیل سوالات متوجہ ہوتے ہیں:

1- اس کی تالیف کا زمانہ کیا ہے؟ اس کی تصریح نہیں ملتی۔

2- خلیفہ ہارون رشید نے امام مالکؒ سے تدوین حدیث کا مطالبہ کیوں کیا؟ حالانکہ اس وقت بقول مولانا کے "کتاب الاثار" مرتب ہو چکی تھی، اور خلیفہ ہارون الرشید کو امام ابو حنیفہؒ کے شاگردوں سے پالا پڑ چکا تھا اور ان کے توسط سے وہ امام صاحبؒ کے فضل کا بھی قائل ہو چکا تھا۔ ذیل کا واقعہ اس کی عکاسی کرتا ہے، علامہ صَیمَریؒ لکھتے ہیں" :إبراهيم بن سعيد الجوهري، قال: كنت عند أمير المؤمنين الرشيد إذ دخل ابو يوسف فقال له الرشيد يا أبا يوسف صف لي أخلاق أبي حنيفة رضي الله عنه فقال إن الله تعالى يقول { ما يلفظ من قول إلا لديه رقيب عتيد } وهو عند لسان كل قائل كان علمي بأبي حنيفة انه كان شديد الذب عن محارم الله ان تؤتى شديد الورع ان ينطق في دين الله بما لا يعلم يحب أن يطاع الله ولا يعصى مجانبا لأهل الدنيا في زمانهم لا ينافس في عزها طويل الصمت دائم الفكر على عمل واسع لم يكن مهذارا ولا ثرثارا إن سئل عن مسألة كان عنده فيها علم نطق به وأجاب فيها بما سمع وإن كان غير ذلك قاس على الحق و اتبعه صائنا نفسه ودينه بذولا للعلم والمال مستغنيا بنفسه عن جميع الناس لا يميل إلى طمع بعيدا عن الغيبة لا يذكر أحدا إلا بخير فقال له الرشيد هذه أخلاق الصالحين ثم قال للكاتب اكتب هذه الصفة وادفعها إلى ابني ينظر فيها ثم قال له احفظها يا بني حتى أسألك عنها إن شاء الله "۔(5) کتاب الاثار کی نسبت امام ابو حنیفہؒ کی جانب کرنے سے متعلق دکتور محمود سعید بن محمد ممدوح لکھتے ہیں:"وليس بين أيدينا ما يفيدفي نسبة كتاب الآثار لأبي حنيفة اصلا بطريقة علمية خالية من الكدر"۔(6)

حدیث معنعن میں امام مسلمؒ کا مسلک اور مولانا نعمانیؒ کی رائے: صحت اسناد کے لیے محدثین کے ہاں دیگر شرائط میں سے اتصال کا ہونا بھی ہے، جس کے ثبوت کے لیے عام طور پر راوی حدثنا، انبأنا، اخبرنا، یاسمعت جیسے صیغے استعمال کرتا ہے، کبھی راوی ان جیسے صیغوں کے علاوہ "عن" کا لفظ استعمال کرتا ہے، اس کو محدثین "عنعنہ" سے تعبیر کرتے ہیں، اگر یہ طریقہ کار تمام سند میں ہوں تو اس سند کو اسناد معنعن سے تعبیر کیا جاتا ہے، جس میں کبھی تو اتصال اور کبھی انقطاع ہوتا ہے۔ امام مسلمؒ کے ہاں اس قسم کی سند میں اگر راوی اور مروی عنہ کے درمیان ملاقات ممکن ہوں، تب یہ متصل شمار ہوگی۔ جبکہ امام بخاریؒ کے ہاں ملاقات کا امکان کافی نہیں، بلکہ کسی ایک روایت میں ثبوتِ لقاء کا ہونا ضروری ہے۔ مولانا عبد الرشید نعمانیؒ نے مذکورہ مسئلہ میں امام مسلمؒ کے مسلک کو بیان کرتے ہوئے امکانِ لقاء کے بجائے نفسِ معاصرت کو کافی قرار دیا ہے؛ اور پھر اسی پر بنیاد رکھتے ہوئے انہوں نے امام ابو حنیفہؒ کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے نفسِ معاصرت ہونے کی بنیاد پر تابعی قرار دیا ہے۔ چنانچہ مولانا نعمانیؒ لکھتے ہیں: "بہر حال جب کہ یہ

ایک حقیقت ہے کہ امام اعظمؒ نے متعدد صحابہ کا زمانہ پایا جن میں سے بعض آپ کے آغازِ شباب تک زندہ رہے اور ان میں سے کئی بزرگوں کو آپ نے دیکھا بھی ہے، چنانچہ حضرت انس کی روایت تو اس قدر قطعی اور یقینی ہے کہ دار قطنی اور خطیب جیسے سخت متعصبین تک اس سے انکار کی جرأت نہ کر سکے، پھر آپ کے خاندان میں اس کا مزید اہتمام بھی تھا کہ بچوں کو صحابہ کی خدمت میں حاضر کیا کرتے تھے، چنانچہ آپ کے والد ماجد ثابت بھی بچپن میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے، اور انہوں نے ان کے اور ان کے خاندان کے حق میں دعائے خیر فرمائی تھی۔(تاریخ بغداد، ترجمة الإمام أبي حنيفة) ایسی صورت میں اگر امام صاحب نے صحابہ سے کچھ حدیثیں بھی سنی ہوں تو اس میں انکار کی کیا بات ہے؟ حالانکہ امام مسلم کے نزدیک اگر ایک معاصر دوسرے معاصر سے بلفظِ" عن"روایت کرے گا تو وہ روایت سماع پر محمول ہو گی اور متصل سمجھی جائے گی، اور امام بخاریؒ کے نزدیک ان دونوں میں صرف ایک دفعہ ملاقات کا ہو جانا اور پھر بلفظ "عن" اس سے روایت کرنا اتصال کے لئے کافی ہے، خصوصاً جب کہ بہت سے محدثین نے باسانید صحیحہ ان کو روایت بھی کیا ہے۔(7) مولانا کا مذکورہ بیان میں امام مسلمؒ سے متعلق یہ دعوی کہ اگر ایک معاصر دوسرے معاصر سے بلفظ عن روایت کریں تو وہ سماع پر محمول ہو گی محل نظر ہے؛ اس لئے کہ امام مسلمؒ کے ہاں اس مسئلہ میں جو توضیح اور تعبیر ملتی ہے وہ امکانِ لقاء کی ہے نفس معاصرت کی نہیں، نفس معاصرت کی بنیاد پر عن کے ذریعے روایت کرنے کو مطلقاً سماع پر محمول کرنے کے وہ ہر گز قائل نہ تھے بلکہ انہوں نے نفس معاصرت کے ساتھ امکان لقاء کی شرط بھی لگائی تھی اور امام بخاریؒ نے نفس معاصرت کے ساتھ ثبوت لقاء کی شرط لاگو کی تھی، چنانچہ امام مسلمؒ خود اپنی شرط کی وضاحت کرتے ہوئے یوں رقم طراز ہوتے ہیں:"**أن القول الشائع المتفق عليه بين أهل العلم بالاخبار والروايات قديما وحديثا أن كل رجل ثقة روى عن مثله حديثا وجائز ممكن له لقاؤه والسماع منه لكونهما جميعا كانا فى عصر واحد**"۔اس کے بعد لکھتے ہیں:"**فالرواية ثابتة والحجة بها لازمة إلا أن يكون هناك دلالة بينه أن هذا الراوى لم يلق مَن روى عنه، او لم يسمع منه شيئا**"۔(8) مذکورہ عبارت اس بات کی گواہی دے رہی ہے کہ امام مسلمؒ کے ہاں نفس معاصرت کی بنیاد پر اتصال ثابت نہیں ہو سکتا؛ تاآنکہ وہاں امکان لقاء نہ ہوں۔ حافظ ذہبیؒ اور امام ابن جماعہؒ نے بھی یہی بات لکھی ہے۔ چنانچہ حافظ ذہبیؒ فرماتے ہیں:"**المعنعن: ما إسناده فلان عن فلان. فمن الناس من قال: لا يثبت حتى يصح لقاء الراوي بشيخه يوما ما. ومنهم من اكتفى بمجرد إمكان اللقي، وهو مذهب مسلم**"(9)

امام ابن جماعہؒ فرماتے ہیں:"**المعنعن وهو الذي يقال في سنده فلان عن فلان قال بعض العلماء هو مرسل والصحيح الذي عليه جماهير العلماء والمحدثين والفقهاء والأصوليين أنه متصل إذا أمكن لقاؤهما مع براءتهما من**

التدليس وقد أودعه البخاري ومسلم صحيحهما وكذلك غيرهما من مشترطي الصحيح الذين لا يقولون بالمرسل وادعى أبو عمرو الداني إجماع أهل النقل عليه وكاد ابن عبد البر أن يدعي إجماع أهل الحديث عليه وشرط أبو بكر الصيرفي وغيره ثبوت اللقاء وقيل أن عليه أئمة الحديث ابن المديني والبخاري وغيرهما وشرط أبو المظفر السمعاني طول الصحبة و أبو عمرو الداني أن يكون معروفا بالرواية عنه وقال أبو الحسن القابسي إذا أدركه إدراكا بينا و أنكر مسلم على من أشترط ثبوت اللقاء في العنعنة و أنه قول مخترع وأن المتفق عليه إمكان لقائهما لكونهما في عصر واحد وإن لم يأت في خبر قط أنهما اجتمعا"(10).

مزید یہ کہ "عنعنۃ" کے ساتھ کی گئی روایت کی احتمالی چار صورتیں بنتی ہیں:

1. نفس معاصرت ہو۔
2. معاصرت ہوں، امکان لقاء ہوں۔
3. معاصرت ہو ثبوت لقاء ہوں۔
4. معاصرت ہوں اور لقاء بالکل نہ ہوں۔

ان چار صورتوں میں امام مسلمؒ نے دوسری صورت کو اختیار کرتے ہوئے اس کو محل نزاع قرار دیا ہے، **إلا أن يكون** سے چوتھی صورت کی طرف اشارہ کیا ہے، جو متفقہ ہے اور تمام علماء کے نزدیک اس صورت میں اتصال ثابت نہیں ہوتا۔ پھر امکان لقا کو نفس معاصرت سے تعبیر کرنا اس لئے بھی درست نہیں ہو سکتا کہ بسا اوقات معاصرت تو ہوتی ہے لیکن ملاقات ممکن نہیں ہوتی، مثلًا راوی اور مروی عنہ کا زمانہ ایک ہو، لیکن دونوں ایک دوسرے سے اس قدر دوری پر رہتے ہوں کہ معاصرت کے باوجود آپس میں کبھی ایک دوسرے کو دیکھا نہ ہو اس صورت میں معاصرت تو ہے لیکن لقاء ممکن نہیں، جیسے امام مالکؒ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کا زمانہ تو پایا گویا کہ معاصرت تو ثابت ہے لیکن ملاقات ممکن نہ ہو سکی اسی بنیاد پر امام مالکؒ کو تابعین میں شمار نہیں کیا گیا۔ اسی طرح امام ابو حنیفہؒ کی بعض صحابہ سے محض معاصرت کو دلیل بنا کر ان کو تابعی شمار کرنا خود امام مسلمؒ کے مسلک کے موافق نہیں جب تک امکانِ لقاء یا ثبوتِ لقاء نہ ہو۔ شام کے مشہور عالم شیخ محمد عوامہ اسناد معنعن کی بحث میں امام مسلمؒ کے یہاں معاصرت کے ساتھ إمکان لقاؑ کے شرط ہونے اور صرف معاصرت بغیر امکان لقاء ہونے کو رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں: **"قول الإمام مسلم المعاصرة مع امكان السماع واللقأ لا المعاصرة فقط كما وقع في كلام بعض الأئمة"(11)**

امام ابو حنفیہؒ پر جرح کے ناقلین اور ان پر مولانا نعمانیؒ کا نقد: امام ابن ماجہ اور علم الحدیث اور امام ابن ماجہ وکتابہ السنن میں مولانا نعمانیؒ نے جابجا خطیب بغدادی، ابن الجوزی اور ابو بکر بن ابی شیبہ رحمہم اللہ پر اس وجہ سے نقد کیا ہے کہ ان حضرات نے امام ابو حنیفہؒ پر جرح کیوں کی؟ در حقیقت ان حضرات نے امام صاحب اور دیگر حنفیہ پر جو جرح کی ہے، اس کی بنیادی دو قسمیں ہیں:

1. دیگر جارحین کے اقوال کو نقل کرنا۔
2. خود ان پر جرح کرنا۔

چنانچہ خطیب بغدادی ابن الجوزی حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر کے ہاں ہمیں دونوں قسم کے طرز عمل نظر آتے ہیں۔ عام طور پر محدثین کسی کے حالات ذکر کرتے وقت جہاں ان کی تعدیل کرتے ہے وہاں ان پر جرح کرنے والوں کے اقوال بھی نقل کرتے ہیں؛ چنانچہ خطیب بغدادیؒ نے تاریخ مدینۃ السلام، حافظ ذہبیؒ نے تاریخ الاسلام اور سیر اعلام النبلاء، ابن عساکرؒ نے تاریخ دمشق، اور ابن العدیمؒ نے بغیۃ الطلب فی تاریخ حلب میں یہی طریقہ اختیار کیا ہے۔ پھر مُقتضی اصول کا تو یہ ہے کہ تعدیل اور تجریح دونوں کو نقل کرنے پر کسی کو مطعون قرار دینے کے بجائے اصل قائل کو ہی مورد طعن قرار دیا جانا چاہئے ناقل کو نہیں""امام ابن ماجہ اور علم الحدیث"اور ا"مام ابن ماجہ وکتابہ السنن"میں مولانا نعمانیؒ نے کئی جگہ خطیب بغدادی، ابن الجوزی اور ابو بکر بن ابی شیبہ رحمہم اللہ پر اس وجہ سے نقد کیا ہے کہ ان حضرات نے امام ابو حنیفہؒ پر جرح کیوں کی؟ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ان تینوں حضرات نے امام صاحبؒ پر خود جرح نہیں کی ہے بلکہ یہ حضرات تو محض ناقلین ہیں س اور مؤرخین خصوصاً محدثین کا وطیرہ یہ رہا ہے کہ وہ کسی کے مناقب ذکر کرنے کے ساتھ ان سے متعلق جرح بھی ذکر کر دیتے ہیں؛ چنانچہ تاریخ اسلام میں رجال سے متعلق جتنی کتابیں لکھی گئی ہیں ان تمام میں یہ دو پہلو ملتے ہیں بمشکل ایسی کوئی شخصیت دریافت ہو گی جن پر کسی نے بالکل جرح نہ کی ہو، حتی کہ دیگر ائمہ ثلاثہ سے متعلق بھی مؤرخین کا یہی انداز رہا ہے، چنانچہ حافظ مزیؒ، ذہبیؒ اور ابن حجرؒ نے جہاں ان حضرات کے مناقب تہذیب الکمال، تذکرۃ الحفاظ، اور تہذیب التہذیب میں ذکر کئے ہیں وہاں ان حضرات پر کی گئی جرح کا بھی ذکر ملتا ہے، اگرچہ کسی قسم کی جرح ان حضرات کے بارے میں مقبول نہیں۔ نیز قائل کو مورد طعن قرار دینے کے بجائے ناقل کو مورد طعن قرار دینا خود مولانا کے نزدیک بھی محل اشکال ہے، چنانچہ خود مولانا نعمانیؒ نے علامہ کوثریؒ پر صرف اس لئے نقد کیا ہے کہ انہوں نے امام ابو حنیفہؒ کی سن ولادت کی تاریخ 80 ہجری نقل کی ہے، ذیل میں علامہ زاہد کوثریؒ کا قول اور اس پر مولانا نعمانیؒ کا نقد ذکر کیا جاتا ہے۔ علامہ زاہد کوثریؒ فرماتے ہیں:"**وقول ابن عبد البر فی لانتقاء "و أما ابوحنیفۃؓ فلا اختلاف فی مولده انه ولد سنة ثمانين من الهجرة ومات ليلة النصف من شعبان" يدل على أنه لم يطلع على تلك الروايات، وعذره أنه لم يرحل إلى الرق فحال**

ذلک دون التوسع فی معرفة الشرقیة".(12)ترجمہ:اور ابن عبدالبر کا یہ کہنا کہ امام صاحب کی سن ولادت ۸۰ ہجری ہے اور وفات ۱۵ شعبان ہے اس پر سب کا اتفاق ہے،اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ امام صاحب کی ولادت سے متعلق دیگر روایات ان تک نہ پہنچی ہوں، غالباً اس کی وجہ سے یہی ہے کہ ابن عبدالبر نے مشرق کی طرف سفر نہیں کیا۔(واضح رہے کہ ابن عبدالبر کا تعلق علماء مغاربہ سے ہے)اس لئے وہ علماء مشرق کی روایات پر مطلع نہ ہوسکے۔اس پر نقد کرتے ہوئے مولانا نعمانیؒ فرماتے ہیں:**"قلت وأما انتقاد الشیخ الکوثری علي الحافظ ابن عبدالبر ففیه أن ابن عبد البر لم یقله من تلقأ نفسه و إنما نقله من کتاب ابی یعقوب یوسف بن أحمد بن یوسف المکی الصیدلانی الذی جمعه فی فضائل ابی حنیفه و اخباره وہو یحکیه عن شیخه ابی الحسن النیسابوری".**(13)اور یہی طرز عمل شیخ عبدالفتاح ابوغدہؒ کا بھی رہا ہے،چنانچہ سفیان ثوریؒ نے امام ابو حنیفہؒ کو مشؤم قرار دیا،امام بخاریؒ نے اس روایت کو التاریخ الصغیر میں ذکر کیا ہے جس کے الفاظ یوں ہیں:**"حدثنا نعیم ابن حماد قال حدثنا الفزاري قال کنت عند سفیان الثوري فنعي النعمان فقال الحمد لله کان ینقض الاسلام عروة عروة ما ولد في الاسلام اشأم منه"**انتھی.(14)اس روایت کی سند پر کلام کرتے ہوئے شیخ عبدالفتاح ابوغدہؒ لکھتے ہیں:**" رواہا عن نعیم ابن حماد الذی قالو فیه کان یضع الحدیث فی تقویة السنة وحکایات مزورة فی ثلب أبی حنیفة کلہا کذب"**۔اس کے بعد لکھتے ہیں:**" وعلي فرض أنہا رویت بالاسناد الصحیح وفی نکارة متنہا ما یکفی للحکم علیہا بالبطلان"**(15)چنانچہ ہماری رائے میں خطیب بغدادیؒ،ابن الجوزیؒ ،اور ابن ابی شیبہؒ کو مورد طعن قرار دینے کے بجائے ان اسانید پر کلام ہونا چاہیے جن اسانید کو بنیاد بنا کر انہوں نے امام صاحب پر جرح کی ہے۔

امام مسعود بن شیبہ السندھیؒ سے متعلق مولانا نعمانیؒ کی رائے: صاحب کتاب التعلیم "امام مسعود بن شیبہ السندھیؒ" کا تذکرہ کرتے ہوئے مولانا نعمانیؒ نے ان کو امام ثقہ قرار دیا ہے،چنانچہ مولانا لکھتے ہیں:**"والإمام سعود بن شیبه السندی معروف فی بیئات العلم بالامامة والسعة فی العلم وثقة في النقل، وعلیه اعتمادالاصحاب ... قال القرشی فی الجواهر المضیة: مسعود بن شیبة بن الحسین السندی عماد الدین المقلب بشیخ الاسلام له کتاب التعلیم وله طبقات اصحابنا رحمه الله علیهم اجمعین"**۔(16)ترجمہ:موصوف امام مسعود بن شیبہ السندھیؒ علمی دنیا میں امامت وسعت علمی اور نقل کرنے میں ثقاہت کے وصف کے ساتھ پہچانے جاتے ہے،اور ان پر علماء کا اعتماد رہا ہے،چنانچہ علامہ عبدالقادر قرشی فرماتے ہیں کہ امام موصوف شیخ الاسلام کے لقب سے متصف ہے اور انہوں نے کتاب التعلیم اور علماء احناف کی طبقات پر تصنیف مرتب کی ہے۔دوسری طرف حافظ ابن حجرؒ نے ان کو مجہول قرار

دیا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:"**مسعود بن شيبة بن الحسين السندي عماد الدين الحنفي: مجهول لا يعرف عمن أخذ العلم، وَلا من أخذ عنه، له مختصر سماه التعليم كذب فيه على مالك وعلى الشافعي كذبا قبيحا فيه ازدراء بالأنبياء. وقال فيه: لا يعرف للشافعي مسألة اجتهد فيها، وَلا حادثة استنبط فيها حكمها غير مسائل معدودة تفرد بها كذا قال!**"(17)مولانا نعمانیؒ نے ان کے اس نظریے کو رد کرتے ہوئے تاریخی شواہد سے ان کے ثقہ ہونے پر استدلال کیا ہے۔ چنانچہ علامہ زاہد کوثریؒ کے حوالے سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:"**وقد عكر عليه الإمام الكوثريؒ قائلا أن ابن شيبه هذا جهَّله ابن حجر فيما جهل مع انه معروف عند الحافظ عبدالقادر القرشى، وابن دقاق المؤرخ والتقى المقريزى، والبدر العينى والشمس ابن طولون وغيرہم، وصنيع ابن حجر ہذا من تجاہلاته المعروفة**"۔(18)ترجمہ: علامہ کوثریؒ نے حافظ صاحب کی جرح پر خوب زوردار اقدام کیا ہے، چنانچہ علامہ فرماتے ہیں: حافظ صاحب ان کو مجھول قرار دیتے ہیں حالانکہ حافظ عبد القادر القرشیؒ، ابن الدقاق المؤرخ، التقی المقریزیؒ، بدرالدین عینیؒ، اور شمس ابن طولون وغیرہ کے ہاں تو یہ معروف و معلوم ہے۔ اور ابن حجرؒ کی یہ چشم پوشی سب جانتے ہیں۔ مذکورہ بحث سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ مصنف کتاب مولانا نعمانیؒ کے ہاں ثقہ اور حجت ہے، مولانا نے مؤلف کتاب کو معروف و مقبول بلکہ ثقہ قرار دیتے ہوئے امام ابن حجرؒ کے نقطہ نظر پر کڑی نکتہ چینی کی ہے اور علامہ زاہد کوثریؒ کا حوالہ بھی نقل کیا ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا واقعۃً علامہ ابوالشیبہ السندھی ثقہ تھے؟ محدثین کے ہاں وہ تعدیل کے کس مقام پر ہیں؟ اور حافظ ابن حجرؒ نے ان کو کس بنیاد پر مجھول قرار دیا ہے؟ اس کے تفصیلی جواب کے طور پر مندرجہ ذیل امور پیش خدمت ہیں: ۱۔ حافظ ابن حجرؒ نے مسعود بن شیبہ السندھی نامی راوی کے ترجمہ کے تحت تین دعاوی کئے ہیں:

1. ان کا مجھول ہونا۔
2. امام مالکؒ و امام شافعیؒ پر ان کی جرح کرنا۔
3. انبیاء علی نبینا و علیہم الصلوۃ والسلام پر ازدراء کرنا۔

شیخ عبد الفتاح ابو غدہؒ نے مذکورہ ترجمہ کے تحت ان کے تینوں دعاوی سے متعلق کسی قسم کا تبصرہ نہیں کیا۔(19)

۲۔ مولانا عبد الرشید نعمانیؒ نے ان کے ثقہ ہونے کی تائید کی ہے اور حافظ ابن حجرؒ کے طرز عمل پر کلام کیا ہے۔

۳۔ یہ بات ملحوظ رہے کہ ثقہ اور مجھول یہ دو فنی اصطلاحات ہیں، جن کو محدثین اپنے اپنے مقامات پر استعمال کرتے ہیں۔ لفظ ثقہ کسی راوی کے لئے بطور تعدیل کے طور پر بولا جاتا ہے ثبوتِ ثقاہتِ راوی کی بنیادی شرطیں دو ہیں:

۱۔ راوی کا کامل الضبط ہونا۔

۲۔ راوی کا عادل ہونا۔

چنانچہ حافظ سخاویؒ فرماتے ہیں:

"وَشرط من يقبل خَبره ويحتج بحَديثه أَن يكون ضابطا لما يرويهِ حَال كَونه عدْلًا يقظا، سالما من أَسبَاب الْفسق وهى: ارْتِكَاب كَبِيرَة، أَو إِصْرَار على صَغِيرَة، وَهَذِه الْأَرْبَعَة ترجع إِلَى شَيْئَيْنِ وهما: الضَّبْط، وَالْعَدَالَة"۔(20)

لفظِ مجہول محدثین کے ہاں دو معنی میں استعمال ہوتا ہے:

۱۔ مجہول العین۔

۲۔ مجہول الحال۔

۱۔ مجہول العین: ہر وہ راوی شمار ہوتا ہے، جس سے روایت کرنے والا صرف ایک ہی فرد ہو۔

چنانچہ شیخ ابوشعبہ فرماتے ہیں:**"جهالة العين: وذلك بان لا يروى عنه غير راو واحد فقط، ومن روى عنه عدلان عيناه ارتفعت جهالة عينه قال الخطيب: المجهول عند أهل الحديث من لم يعرفه العلماء، ولا يعرف حديثه إلا من جهة راو واحد. و أقل ما يرفع الجهالة روا ية اثنين مشهورين ونقل ابن عبد البر عن أهل الحديث نحوه"**۔(21)

۲۔ مجہول الحال: ہر وہ راوی ہے جس سے دو راویوں نے روایت لی ہوں البتہ محدثین کے ہاں جہالت عین کے ختم ہونے کے بعد اس راوی کی تعدیل بھی ضروری ہے، اور تعدیل کا طریقہ یہ ہے کہ دو راوی اس کا تزکیہ کریں اور اس بات کی گواہی دے کہ راوی ظاہر کے لحاظ سے عادل ہے، اس قسم کی گواہی سے اس کی جہالتِ حال بھی ختم ہوتی ہے، چنانچہ جس راوی کا یہ تزکیہ نہ ہوں اس کو مجہول الحال شمار کیا جاتا ہے۔

شیخ ابوشہبہ فرماتے ہیں:**"جهالة الحال ظاهرا وباطنا، وذلك بأن لا يزكيه ويشهد له بالعدالة عالمان معتبران من علماء الجرح والتعديل"**۔(22) یہاں مجہول کی ایک تیسری قسم بھی ہے جس کو مستور الحال سے تعبیر کیا جاتا ہے اس سے مراد وہ راوی ہے جو جہالت العین اور جہالت الحال کے وصف سے خالی ہوں، لیکن اس کا باطنی تزکیہ نہ ہوا ہوں، اکثر محدثین وفقہاء کے نزدیک اس قسم کی جہالت مضر نہیں۔ چنانچہ شیخ ابو شہبہ اس کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں: **"جهالة الحال باطنا دون الظاهر وهو ما يعرف بالمستور"**۔(23) نیز اس کا حکم بیان کرتے ہیں:**:وروا ية المستور وهو عدل الظاهر خفي الباطن أي مجهول العدالة باطنا، يحتج به بعض من رد روا ية الأول وهو قول بعض الشافعية كسليم الرازي قال: لأن الإخبار مبني على حسن**

الظن بالراوي، ولأن رواية الأخبار تكون عند من يتعذر عليه معرفة العدالة في الباطن فاقتصر فيها على معرفة ذلك في الظهر بخلاف الشهادة فإنها تكون عند الحكام فلا يتعذر عليهم ذلك قال الشيخ ابن الصلاح: ويشبه أن يكون العمل على هذا في كثير من كتب الحديث المشهورة في جماعة من الرواة تقادم العهد بهم، وتعذرت خبرتهم باطنا، وكذلك صححه الشيخ النووي في "شرح المهذب".-(24) مذکورہ تمام تفصیل کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا علامہ موصوف میں ان دو جہالتوں میں سے کوئی جہالت ہے یا نہیں؟ علامہ زاہد کوثریؒ کے نزدیک موصوف کو سوانح نگاروں خصوصاً حنفیہ کے رجال پر کام کرنے والے مؤرخین نے معروف قرار دیا ہے، ان حضرات کے یہاں علامہ موصوف مشہور اور عادل ہے لیکن اس بات پر ان اکثر مؤرخین نے کوئی دلیل یا شاہد پیش نہیں کیا، جسکو محدثین تعدیل بلا سبب سے تعبیر کرتے ہیں، ذیل میں علامہ موصوف کو معروف قرار دینے والے مصنفین اور ان کے حوالے درج کئے جاتے ہیں: علامہ عبد القادر قرشیؒ فرماتے ہیں: مسعود بن شيبة بن الحسين ابن السندي عماد الدين الملقب شيخ الإسلام له كتاب التعليم وله طبقات أصحابنا رحمة الله عليهم أجمعين ۔(25) **علامہ قاسم بن قطلوبغاؒ** فرماتے ہیں: مسعود بن شيبة السندي، ومسعود بن شيبة بن الحسين، السندي، عماد الدين، شيخ الإسلام. له كتاب "التعاليم" وكتاب "طبقات الأصحاب".(26) دوسری طرف حافظ ابن حجرؒ نے ان کو مجہول قرار دیا ہے، اور بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کی جہالت سے مراد جہالت العین ہے، کہ جہالت کی سب سے اعلیٰ قسم ہے، مجہول العین قرار دینے یا اس کی وجہ بتانے سے حافظ ابن حجرؒ نے گریز کیا ہے لیکن بظاہر معلوم یہ ہوتا ہے کہ: علامہ موصوف سے روایت لینے والے کسی شخص کا ذکر نہیں ملتا، ظاہر ہے کسی کی جہالت العین معلوم کرنے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ اس سے روایت کرنے والا صرف ایک ہی ہوں لیکن یہاں چونکہ علامہ موصوف سے کسی بھی شخص کی روایت معلوم نہیں؛ یہی وہ چیز ہے جس کی بنیاد پر محدثین نے سینکڑوں ہزاروں راویوں کو مجہول قرار دے کر صاحب قدح ٹھہرایا ہے۔ لسان المیزان کا وہ نسخہ جو شیخ عبدالفتاح ابو غدہؒ کی تحقیق کے ساتھ شائع ہوا ہے وہاں بھی شیخ ؒ نے کسی قسم کے کلام کے بجائے سکوت کیا ہے، ان کے سکوت سے بظاہر حافظ ابن حجرؒ کی رائے کو تقویت پہنچتی ہے۔

سلیمان بن الشاذ کوفیؒ سے متعلق مولانا نعمانیؒ کی رائے:

صفحہ ۶۴۹ پر امام ابو حنیفہؒ اور اوزاعیؒ کے باہمی مناظرے کی سند پر بحث کرتے ہوئے مولانا نعمانیؒ نے اس سند کے ایک راوی سلیمان بن الشاذ کوفی کو ثقہ قرار دیا ہے، اور استدلال حافظ سیوطیؒ کے اس قول سے کیا ہے۔ **"قلت: الشاذ كوفى حافظ والارجح توثيقه"۔(27)**

حالانکہ دوسری طرف ایک پوری جماعت کا مدعی یہ ہے کہ شاذکونی کم از کم ضعیف ہے، حافظ ابن حجرؒ ان اکثر اقوال کو ذکر کیا ہے جسکی تفصیل درج ذیل ہیں: **سلیمان الشاذکونیؒ کے بارے میں ائمہ کے تعدیلی کلمات:**

سليمان بن داود المنقري الشاذكوني البصري الحافظ أبو أيوب، وقال عبدان الأهوازي: معاذ الله أن يتهم إنما كانت كتبه قد ذهبت فكان يحدث من حفظه.

قال حنبل: سمعت أبا عبد الله يقول: كان أعلمنا بالرجال يحيى بن معين , وأحفظنا للأبواب الشاذكوني , وكان ابن المديني أحفظنا للطوال.

قال ابن عدي: قال محمد بن موسى السواق: قال ابن الشاذكوني لما حضرته الوفاة: اللهم ما اعتذر إليك فإني لا أعتذر أني قذفت محصنة، ولا دلست حديثا.

وساق له ابن عدي أحاديث خولف فيها ثم قال: وللشاذكوني حديث كثير مستقيم وهو من الحفاظ المعدودين ما أشبه أمره بما قال عبدان يحدث حفظا فيغلط.

وقال ابن عدي: أخبرنا الساجي حدثني أحمد بن محمد حدثني ابن عرعرة قال: كنت عند يحيى بن سعيد وعنده بلبل، وابن أبي خدويه وعلي يعني ابن المديني فأقبل الشاذكوني فسمع عليا يقول ليحيى بن سعيد: طارق وإبراهيم بن مهاجر فقال يحيى: يجريان مجرى واحدا.

فقال الشاذكوني: يسألك عما لا تدري فتكلف لنا ما لا تحسن إنما يكتب عليك ذنوبك حديث إبراهيم بن مهاجر خمس مئة حديث وحديث طارق مائتان عندك عن إبراهيم مئة وعن طارق عشرة يعني فكيف تسوي بينهما.

قال: فأقبل بعضنا على بعض فقلنا: هذا ذل فقال يحيى: دعوه فإن كلمتموه لا آمن أن يفرقنا بأعظم من هذا.

قلت: هذا دال على سعة حفظ الشاذكوني ومعرفته.

وقال سعيد بن عمرو البرذعي: سمعت أبا زرعة يقول: دخلت البصرة فصرت إلى سليمان الشاذكوني يوم الجمعة وهو يحدث فقال: حدثنا يزيد بن زريع، عن محمد بن إسحاق عن عاصم بن عمر بن قتادة عن محمود بن لبيد، عن جابر حديث: ما من رجل يموت له ثلاثة من الولد ... فقلت: للمستملي: ليس هو من حديث عاصم إنما رواه محمد بن إبراهيم فقال له فرجع إلى قولي.

قال: وذكر في هذا المجلس، عن ابن أبي غنية، عن أبيه، عن سعد بن إبراهيم عن نافع بن جبير، عن أبيه حديث: لا حلف في الإسلام. فقلت: إنما هو عن سعد بن إبراهيم، عن أبيه، عن جبير فقال له: فغضب ثم قال لي: من يقول هذا؟ قلت: حدثنا إبراهيم بن موسى، عن ابن أبي غنية. فسكت ثم قال: ما تقول فيمن جعل الأذان مكان الإقامة؟ قلت: يعيد قال: من؟ قال: هذا قلت: الشعبي قال: من عنه؟ قلت: حدثنا قبيصة عن سفيان، عن جابر عنه قال: من غيره؟ قلت: إبراهيم قال: من عنه؟ قلت: حدثنا أبو نعيم , حدثنا منصور بن أبي الأسود عن مغيرة عن إبراهيم قال: أخطأت قلت: حدثنا أبو نعيم , حدثنا جعفر الأسود عن مغيرة قال: أخطأت قلت: حدثنا أبو نعيم , حدثنا أبو كدينة , حدثنا مغيرة قال: أصبت.

قال أبو زرعة: منذ كتبته ما طالعته فاشتبه علي.

قال: ثم قال: وأي شيء غير هذا؟ قلت: معاذ بن هشام عن أشعث عن الحسن فقال: هذا سرقته مني قال: وصدق كان ذاكرني به رجل ببغداد فحفظته عنه.

قلت: وهذه الحكاية أيضا تدل على عظم الشاذكوني.

مذکورہ تمام اقوال سلیمان شاذکونی کے حافظ الحدیث ہونے کی گواہی دے رہے ہیں، واضح رہے کہ اسمیں کسی امام کا ایسا کوئی قول موجود نہیں جس سے ان کے صدوق یا ثقہ ہونا کا ثبوت ہوتا ہو، نیز ثقاہت کیلئے حفظ کے ساتھ عدالت کا ہونا بھی ضروری ہے، ثبوتِ ثقاہتِ راوی کی بنیادی شرطیں دو ہیں:

۱۔راوی کا کامل الضبط ہونا۔

۲۔راوی کا عادل ہونا۔

چنانچہ حافظ سخاویؒ فرماتے ہیں:**"وَشرط من يقبل خَبره ويحتج بحَديثه أَن يكون ضابطا لما يرويهِ حَال كَونه عدْلًا يقظا، سالما من أَسبَاب الْفسق وهي: ارْتِكَاب كَبِيرَة، أَو إِصْرَار على صَغِيرَة، وَهَذِه الْأَرْبَعَة ترجع إِلَى شَيْئَيْنِ وهما: الضَّبْط، وَالْعَدَالَة"**۔(28) **سلیمان الشاذکونیؒ پر نقد و جرح کرنے والے ائمۃ اور انکے اقوال:**

قال البخاري: فيه نظر۔

كذبه ابن معين في حديث ذكر له عنه.

وقال ابن عدي: كان أبو يعلى، والحسن بن سفيان إذا حدثا عنه يقولان: حدثنا سليمان أبو أيوب لم يزيدا فيدلسانه ويسترانه. وقال أبو حاتم: متروك الحديث.

وقال النسائي: ليس بثقة.

وقال يحيى بن معين: قال لنا سليمان الشاذكوني: هاتوا حرفا من رأي الحسن البصري لا أحفظه.

و وقال صالح بن محمد الحافظ ما رأيت أحفظ من الشاذكوني وكان يكذب في الحديث.

وقال أحمد: جالس الشاذكوني حماد بن زيد وبشر بن المفضل ويزيد بن زريع فما نفعه الله بواحد منهم وقيل: كان يتعاطى المسكر ويتماجن، ولم أكن أر في الشاذكوني أشد مما قرأت على عبد العزيز بن محمد عن زينب بنت إسماعيل سماعا أن أحمد بن عبدالدائم أخبرهم أخبرنا عبد الله بن مسلم أخبرنا محمد بن عبد الباقي أخبرنا الجوهري أخبرنا القطيعي سمعت عبد الله بن أحمد بن حنبل يقول: سمعت أبي يقول: كان محمد بن يونس الكديمي حسن المعرفة حسن الحديث ما نقم عليه سوى صحبته للشاذكوني ويقال: ما دخل درب دميك أكذب من الشاذكوني.

وقال البغوي: رماه الأئمة بالكذب.

وقال ابن أبي حاتم: عن علي بن الجنيد عن يحيى بن معين: كان الشاذكوني يضع الحديث.

وقال أبو حاتم: ليس بشيء متروك الحديث وترك حديثه ولم يحدث عنه قاله ابنه.

وقال صالح جزرة: قال لي أبو زرعة الرازي: مر بنا إلى الشاذكوني يوما حتى نذاكره قال: فذهبنا إليه جميعا فما زال يذاكره حتى عجز الشاذكوني وأعياه أمره فألقى عليه حديثا من حديث الرازيين فلم يعرفه أبو زرعة فقال الشاذكوني: يا سبحان الله ألا تحفظ حديث أهل بلدك هذا حديث مخرجه من عندكم، ولا تحفظه وأبو زرعة ساكت والشاذكوني يجهله ويري من حضر أنه قد عجز عنه. فلما خرجنا جعل أبو زرعة يقول: لا أدري من أين جاء هذا الحديث قال: فقلت: له: إنه وضعه في الوقت ليخجلك قال: هكذا؟ قلت: نعم قال: فسري عنه.

وقال أبو بكر بن أبي شيبة: كنا نجتمع للمذاكرة وفينا الشاذكوني فإذا مر حديث لم يكن عندي علقته لأسمعه من صاحبه إن كان حيا فتذاكرنا يوما فقال سليمان: حدثنا معاذ بن معاذ فذكر حديثا فعلقته وذهبت إلى معاذ فسألته عنه فقال: ما لهذا أصل.

قلت: لولا وهن الشاذكوني لجوزنا أن يكون معاذ نسي.
وقد ذكر ابن عدي أنه بلغه أن والد الشاذكوني كان صديق معاذ بن معاذ فسأله أن يحسن أمر ابنه في هذه الحكاية فسئل معاذ عنها بعد ذلك فقال: عرفتها.
قال أبو الشيخ: بلغني أنه أخذ الناسخ والمنسوخ تصنيف أبي عبيد فكان يرويه على أنه تصنيفه.
وقال أبو أحمد الحاكم: متروك الحديث.
وقال أحمد: كان ابن مهدي يسميه الخائب.
وقال محمد بن سهل بن عسكر: جاء رجل إلى عبد الرزاق فدفع إليه كتابا فلما قرأه تغير وجهه ثم قال: العدو لله الكذاب الخبيث جاء إلى ها هنا كان يفعل كذا وكذا ثم ذهب إلى العراق فذكر أني حدثت بأحاديث والله ما حدثت بها عن معمر، ولا عن الثوري، ولا، عن ابن جريج، ولا سمعتها منهم ثم رمى بكتابه ثم قال: ذاك الشاذكوني.
وقال صالح جزرة: كان يضع الأسانيد في الوقت.
وقال عباس العنبري: ما مات حتى انسلخ من العلم انسلاخ الحية من قشرها.
وقال العجلي: رجل سوء ماجن كان يحفظ وبخه أبو أسامة على صحبة غلام.
وقال عبد المؤمن بن خلف النسفي: سألت جزرة عنه فقال: ما رأيت أحفظ منه فقلت: بأي شيء كان يتهم؟ فقال: بالكذب۔(29)

مذکورہ اقوال سلیمان الشاذکونی کے ضعیف ہونے پر دلالت کرتے ہیں،البتہ ان تمام اقوال سے انکے حافظ الحدیث ہونے کی نفی نہیں ہوتی، کیونکہ حفظ کا تعلق ضبط کے ساتھ ہے اور ضبط میں انکا کامل ہونا مسلم ہے،انکے مجروح ہونے کا اصل سبب عدالت ہے، جسمیں انکو بعض ائمہ نے متہم بالکذب تک قرار دیا ہے؛ تو کیونکر انکو ثقہ قرار دیا جاسکتا ہے؟ یہی وجہ ہے کہ حافظ ذہبیؒ نے سیر اعلام النبلاء میں انکا ترجمہ ذکر کرتے ہوئے انکے حفظ کی تو داد دی ہے،البتہ عدالت میں انکو ساقط الاعتبار قرار دیا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں: الشاذكوني أبو أيوب سليمان بن داود، العالم، الحافظ، البارع، أبو أيوب سليمان بن داود بن بشر المنقري، البصري، الشاذكوني، أحد الهلكى.(30)

حوالہ جات

1. البجنوری، احمد رضا ،المحدث ،مقدمہ انوار الباری شرح صحیح البخاری (تذکرۃ محدثین) حصہ دوم، ص:۲۷۹ ،طبع گوجرنوالہ پاکستان۔
2. القاسمی، روح الامین بن حسین احمد ، الکلام المفید فی تحریر الاسانید ، (ص: 100)، مکتبہ زمزم کراچی، ط: 2013۔
3. النعمانی، عبدالرشید ،مولانا ، امام ابن ماجہ اور علم الحدیث،ص: ۲۷۶ تا ۲۸۴، بتغیر یسیر،مکتبۃ البشری کراچی ۱۴۳۴ھ۔
4. السخاوي، شمس الدين أبو الخير محمد بن عبد الرحمن بن محمد بن أبي بكر بن عثمان بن محمد السخاوي (المتوفى: 902)، الضوء اللامع لأهل القرن التاسع(4/66) الناشر: منشورات دار مكتبة الحياة – بيروت۔
5. الصيمري القاضي، أبو عبد الله حسين بن علي، أخبار أبي حنيفة وأصحابه: 43/1، عالم الكتب بيروت، 1405هـ - 1985م۔
6. الشافعي، محمود سعيد بن محمد ممدوح، الدكتور، الاتجاهات الحديثية فى القرن الرابع عشر351/2 طبع: دار العلوم الدينية 1438ھ -
7. النعمانی، عبد الرشید مولانا، امام ابن ماجہ اور علم الحدیث، بحث علواسناد، ۱۹۷ ،مکتبۃ البشری، ۱۴۳۴۔
8. النيسابوری، مسلم بن الحجاج ، مقدمۃ الجامع الصحیح ۲۹،۳۰/۱، دار إحياء التراث العربي ،بيروت۔
9. الذهبي، محمد بن أحمد بن عثمان بن قَايْماز، شمس الدين، (المتوفى: 748هـ، الموقظة في علم مصطلح الحديث ،ص: 44، مكتب المطبوعات الاسلامية 1412، دار الفكر، دمشق، الطبعة: الثانية.
10. الكناني، محمد بن ابراهيم بن سعد الله، الشافعي، (733) المنهل الروي في مختصر العلوم الحديث النبوي، (ص: 48)، دار الفكر، دمشق.

11. محمد عوامة، الشيخ، اللقأ بين الراويين قرينة علي الاتصال او شرط لہ ،ص: ١٢ طبع: دار المنہاج ١٤٣٨ھ،
12. الكوثرى، محمد زاہد، تانیب الخطیب : ص١٩ تا ٢١، مكتبة الخانجی ، الطبعة الاولي۔
13. النعمانی، عبدالرشید، الشیخ ،التعلیق القويم على مقدمة كتاب التعليم، ص: ٢٢ ، طبع لجنة احياء ادب السندى،حيدرآباد پاکستان ١٣٨٤ھ۔
14. البخاري، محمد بن اسماعیل ،التاريخ الصغير ،ص: 174 ،طبع انوار احمد الہ آباد ھند 1325۔
15. ابو غدة، عبدالفتاح ،الشیخ، ھامش الرفع والتكميل فی الجرح والتعديل ص ٤١٤ ط دار البشائر الاسلامية ١٤٣٧۔
16. النعمانی، عبدالرشید، الشیخ ،التعلیق القويم علي مقدمة كتاب التعليم، ص: ٧٥، طبع :لجنة احياء ادب السندى ،حيدرآباد پاکستان ١٣٨٤ھ۔
17. ابن حجر، احمد بن علي، العسقلاني، لسان الميزان، (8/ 46) 7693 دار البشائر الإسلامى ،الطبعة الأولى، 2002 م۔
18. النعمانی، عبدالرشید، الشیخ، التعلیق القويم على مقدمة كتاب التعليم ،،ص:77، طبع لجنة احياء ادب السندى،حيدرآباد پاکستان ١٣٨٤ھ۔
19. ابن حجر، احمد بن علي، العسقلاني، لسان الميزان، (8/ 46) 7693 دار البشائر الإسلامية، الطبعة الاولى 2002۔
20. السخاوى، محمد بن عبد الرحمن، شمس الدين، (٩٠٢) الغاية شرح الهداية فی علم الرواية119/1،مكتبة اولاد الشيخ2001۔
21. محمد بن محمد بن سويلم، ابو شهبة، الوسيط فی علوم الحديث، ج: ١ ص: ٤٠٤ دار الفكر العرب
22. محمد بن محمد بن سويلم، ابو شهبة، الوسيط فی علوم الحديث، ج: ١ ص: ٤٠٤ دار الفكر العرب۔
23. محمد بن محمد بن سويلم، ابو شهبة، الوسيط فی علوم الحديث، ج: ١ ص: ٤٠٤ دار الفكر العرب۔
24. محمد بن محمد بن سويلم، ابو شهبة، الوسيط فی علوم الحديث، ج: ١ ص: ٤٠٤ دار الفكر العرب۔
25. القرشي، محيي الدين، عبد القار بن محمد بن نصر الله، ابو محمد الحنفي المتوفى (775) الجواهر المضية في طبقات الحنفية، (169/2)، مير محمد كتب خانه – كراتشي.
26. السودوني، زين الدين، قاسم بن قطلوبغا، الحنفي المتوفي (879)، تاج التراجم: (ص: 303)، دار القلم دمشق، ط: الطبعة : الأولى،1413ھ=1992م.
27. النعمانی، عبدالرشید، الشيخ ، تعليقات ذب ذبابات الدراسات، (ص: 649)، مطبعة العرب كراتشي، 1379.
28. السخاوى، محمد بن عبد الرحمن، شمس الدين، (٩٠٢) الغاية شرح الهداية فی علم الرواية119/1،مكتبة اولاد الشيخ2001۔
29. ابن حجر، احمد بن علي، العسقلاني، لسان الميزان، (4/ 142)، دار البشائر الإسلامية، الطبعة الاولى 2002۔
30. الذهبی، محمد بن أحمد بن عثمان بن قَايْماز، شمس الدين، (المتوفى: 748ھ)، سير اعلام النبلاء، (10/ 679)، مؤسسة الرسالة، الطبعة الثالثة.

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License